'RESEARCH JOURNEY' International Multidisciplinary E- Research Journal | ISSN : 2348-7143
Impact Factor - (SJIF) - 6.261, (CIF) - 3.452(2015), (GIF)-0.676 (2013) | Special Issue 73 | November 2018
UGC Approved Journal

SHIVAJI COLLEGE HINGOLI

124	[illegible]य रत्न छत्रपती संभाजी महाराज	डॉ.राजराम सोनवणे	619
125	गडचिरोली जिल्ह्यातील आरोग्य केंद्राचे भौगोलिक अध्ययन	कु.सोनाली के.वाघ	625
126	अमरावती व नागपूर येथून प्रकाशित वृत्तपत्रातील जाहिरात दरांच्या निर्धारणाचे विश्लेषणात्मक अध्ययन	डॉ. दर्शना चौधरी	637
127	तुकाराम शिष्या संत बहिणाबाई	डॉ. भूषण बंड	644
128	शोषण करणाऱ्या नव्या व्यवस्थेचा शोध घेणारी कविता : 'नंतर आलेले लोक'- अरुण काळे	डॉ. शशिकांत पाटील	647
129	अशोक डोरले यांची कविता : 'फिर्यादी'	डॉ. मारुती घुगे	652
130	भारतातील जातीव्यवस्था आणि जाती निर्मूलनविषयक डॉ. बाबासाहेब आंबेडकरांचे विचार	डॉ. पद्माकर दारोडे	656
131	'बारोमास' : होरपळून निघणाऱ्या कृषिकेंद्रित जीवनाची करुण गाथा	डॉ. शंकुतला मारंबे	661
132	ग्रामीण तरुणाच्या जीवनसंघर्षाची कहाणी : फेसाटी	डॉ. भाऊसाहेब गमे	665
133	जालना जिल्ह्यातील सुतगिरणी उद्योग : एक भौगोलिक अध्ययन	डॉ. व्ही. एल.राजाळे	669
	कोंकणी विभाग		
134	भारतीय लोकरंगभूमी आनी कोंकणी लोकनाट्य 'रणमाले' : एक चिकित्सक मोलावणी	डॉ. हनुमंत चोपडेकार	672
135	र.वि.पंडिताल्या काव्यात चित्रित मोगाची विविध रूपां : एक चिकित्सक नियाळ	प्रा. सत्यवान नायक	681
136	सावूलगोरींतले वेळूस्कारी शब्दाविश्कार	डॉ. राजय पवार	692
	उर्दू विभाग		
137	عصر حاضر اور غزل کے جدید رجحانات	Prof.Dr.Md.Iqbal Jaweed	704

इस अंक के सभी अधिकार प्रकाशकने आरक्षित किये है। प्रकाशित आलेख पुन:प्रकाशित करने से पहले प्रकाशक एवं लेखक की संयुक्त लिखित अनुमती जरुरी है। प्रकाशित आलेखो में व्यक्त मंतव्य केवल लेखक के है. इन मंतव्य से संपादक और प्रकाशक सहमत हो, यह जरुरी नहीं है । आलेख के संदर्भ में उपस्थित कॉपीराईट (Originality of the papers) की जिम्मेवारी स्वयं लेखक की है।

'RESEARCH JOURNEY' International Multidisciplinary E- Research Journal ISSN : 2348-7143
Impact Factor - (SJIF) - 6.261, (CIF) - 3.452(2015), (GIF)-0.676 (2013) November-2018
Special Issue 73 :
UGC Approved Journal

SHIVAJI COLLEGE • HINGOLI •

عصر حاضر اور غزل کے جدید رجحانات

پروفیسر ڈاکٹر محمد اقبال جاوید
صدر شعبہ اردو ،شیواجی کالج ہنگولی

مولانا الطاف حسین حالی نے شعر وشاعری میں اردو غزل کو اپنی تنقید کا نشانہ بنایا ۔اس کی گردن بے خطر مار دینے کی بات کی گئی۔اسکے باوجود غزل بڑی سخت جان نکلی۔اور وہ برابر ترقی کے مدارج طئے کرتی رہی۔یہ غزل کی تاریخ بتاتی ہے کہ وہ بلا شرکت غیر اردو شاعری پر حکمرانی کر رہی ہے۔گویا بہت ہی سخت جان صنف سخن ہے۔اردو غزل مختلف ادوار میں مختلف مراحل سے گزر کر ترقی کی طرف گامزن رہی۔اس نے ابتداء میں فارسی کے زیر اثر تصوف کی خشک وادیوں کا سفر کیا۔تو کبھی حسن وعشق کے رنگین ودلنشین وادیوں میں سیر کرتی رہی،وہاں سے نکل کر زمینی سطح پر محبوب کے زلفوں کو سنوارنے کا فریضہ انجام دیا ،تو کبھی انقلاب کی گھن گرج سے اشنا ہو کر انقلاب برپا کیا تو کبھی فلسفۂ حیات کا ترجمان بن کر حیات انسانی کے مسائل کو حل کرنے کا زریعہ بنی۔غزل کی اپنی گوناگوں خصوصیات نے اسے ہر دلعزیز صنف سخن بنایا۔

انجمن پنجاب اور حالی کی مقدمہ شعر وشاعری کے سبب اردو غزل کے خلاف ایک محاز کھل گیالیکن اسکے باوجود اردو غزل کی مقبولیت میں کسی قسم کی کمی نہیں آئی دوسری طرف عوام نے حالی کی باتوں کو قبول نہیں کیا اور غزل خود ایک ایسی صنف سخن ہے کہ جو کوئی اس کا مخالف ہوتا ہے وہ اس کو ہی اپنی زلفوں کا اسیر بنا لیتی ہے چنانچہ غزل کی مخالفت کرنے کے باوجود حالی نے ایک نئے انداز اور نئے اسلوب کی غزلیں کہیں ۔انہوں نے جدید اردو غزل کی بنیاد ڈالی اور اس کو فروغ دیا یہ بھی قابل غور ہے کہ انہیں ہی جدید اردو غزل کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں — اب ٹھہرتی ہے دیکھئے جاکر نظر کہاں
ہوتی نہیں قبول دعاء ترک عشق کی — دل چاہتا نہ ہو تو دعاء میں اثر کہاں
تعزیر جرم عشق ہے بے صرفہ محتسب — بڑھتا ہے اور ذوق گناہ یاں سزا کے بعد

نامور نقادان اردو ادب کہتے ہیں حالی مقلد نہیں مجدد ہیں۔حالی کے بعد کی نسل پر ان کے غزل کی چھاپ واضح نظر اتی ہے ،ان میں داغ دہلوی ،امیر مینائی اور علامہ اقبال خاص طور پر قابل ذکر ہیں اور غزل کی روایت میں ان کا بلند مقام ہے۔حالی کے چند اور منفرد اشعار

رنج اور رنج بھر جدائی کا — وقت پہنچا میری رسوائی کا
عمر شاید نہ کرے آج وفا — کاٹنا ہے شب تنہائی کا
کعبہ تو ہے قدر شناسائی کا — ہے جو یہ شوق خود آرائی کا
یاران تیزگام نے منزل کا جا لیا ہم محو نالۂ جرس کارواں رہے (کلیات حالی مترتبہ صالحہ عابد حسین)

انجمن پنجاب کی سب سے بڑی دین ڈاکٹر سر علامہ محمد اقبال کی اردو نظم ہے۔علامہ اقبال بلاشبہ اردو کے سب سے بڑے نظم نگار شاعر ہیں۔اور مولانا حالی نے اردو غزل کی جو بنیاد ڈالی تھی اس غزل کو رفعت ثریا اور معراج کمال عطا کیا۔وہ صرف یہیں نہیں رکے بلکہ اردو غزل میں یہ اجتہاد ہے کہ انہوں نے قرآنی ،تاریخی ،منطقی ،متصوفانہ اصطلاحات کو اپنی غزلیات مین رنگ تغزل میں ڈھال کر پیش کر دیا۔

ڈاکٹر سر علامہ محمد اقبال کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہے کہ انہوں نے نظم ہی نہیں بلکہ اردو غزل کو بھی ایک نئے حیاتی معنوں سے اشنا کروایا۔انہوں نے اردو غزل کی روایت میں جو اضافہ کیا اور جو مقام اس کو دلایا اسے ایک مخصوص رنگ تغزل عطا کیا۔ان کی ابتدائی غزلیں داغ کے رنگ میں ہیں۔چند اشعار ملاحظہ فرمائیں ۔

تیرے عشق کی انتہا چاہتا ہوں — میری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں
نہ ائے ہمیں اس میں تکرار کیا تھی — مگر وعدہ کرتے ہوئے عار کیا تھی
تمہارے پیامی میں سب راز کھولے — خطاء اس میں بتلائیے کہ سرکار کیا تھی
میں ہوں صاف گو منہ نہ کھلوایئے تمہاری وفا کو سبھی جانتے ہیں (بانگ درا)

ڈاکٹر سر علامہ محمد اقبال کے پہلے دور کی غزلوں کو ماہر اقبال جگن ناتھ آزاد نے بحیثیت مجموعی مصنوعی غزلیں کہا ہے۔اپنے مضمون " اقبال کی غزل کا ابتدائی دور " میں وہ فرماتے ہیں: "اقبال کے ابتدائی دور کی غزلوں میں ہوسناکی ،رندی موجود تھی ان کے صوفیانہ رنگ کی غزلیں ہم کہہ سکتے ہیں مثلا

چلتے ہوئے کسی کا جو آنچل سرک گیا — بولی حیاء حضور دوپٹہ سنبھال کے
اڑا جب طائر رنگ حناء لیلی کے ہاتھوں سے — وہیں پھندا بنایا قیس نے تار گریباں کا (جگن ناتھ آزاد ۔ اردو غزل ،کامل قریشی، مضمون نمبر ۲۴۴)

لیکن بہت دنوں تک اقبال اس ڈگر پر کب چلنے والے تھے ۔انہوں نے اپنا راستہ خود بنایا ۔اور اپنے انداز کو پالیا۔

تقلید کی روش سے بہتر ہے خودکشی — رستہ بھی ڈھونڈ خضر کا سودا بھی چھوڑ دے (بانگ درا)

SHIVAJI COLLEGE HINGOLI

ور اس کے بعد وہ خود ایک نئے رنگ تغزل کے موجد بن گئے پہلے دور کے خاتمے کے بعد ... دور کی غزل نے اپنے تیور دکھانے شروع کر دیے تھے ۔اور جب وہ تیسرے دور میں داخل ہوئے تو غزل نے ایک ... ایک نیا معنوی جہاں آباد کیا۔

گیسوئے تابدار کو اور بھی تابدار کر قلب و نظر شکار کر ہوش و خرد شکار کر
کبھی اے حقیقت منتظر نظر الباس مجاز میں کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبین نیاز میں

مولانا حالی نے جس نئی روایت کی بنیاد رکھی تھی اس روایت کو معراج کمال تک ڈاکٹر سر علامہ محمد اقبال نے پہنچایا،نیز اسے مزید استحکام بخشنے والوں میں چکبست ،یگانہ چنگیزی ،فانی بدایونی ،مولانا حسرت موہانی ،اصغر گونڈوی ،جگر مرادابادی ،فراق گورکھپوری کے نام قابل ذکر ہیں۔

ترقی پسند تحریک کا آغاز ہوا تو ترقی پسندوں نے اردو غزل کو جاگیردارانہ عیاش نظام کی پروردہ کہہ کر اس کی گردن اڑا دینے کا حکم صادر کیا۔ جوشاعر غزل کہتا تھا اس کو رجعت پسند شاعر کہتے تھے ۔اس کو بوڑھی نائیکہ کا عاشق بھی کہا جاتا تھا،ترقی پسندوں نے غزل کے خلاف محاز کھول رکھا تھا۔عندلیب شادانی ،جوش ملیح آبادی اور مجروح سلطانپوری نے غزل کے دامن کو تھامے رکھا۔

اردو ادب میں ترقی پسند تحریک کو ایک نمایاں مقام حاصل ہے جیسے ہی ترقی پسند تحریک کا نام آتا ہے ،ذہن کمیونزم کی طرف جاتا ہے ،اور کمیونزم بہت تیزی کے ساتھ آدھی دنیا پر چھا گیا،لیکن جتنی تیزی کے ساتھ وہ دنیا پر چھایا اسی تیزی کے ساتھ زوال کی طرف بھی بڑھا ۔علامی سید ابو الاعلی' مودودی نے بہت صحیح پیشن گوئی کی تھی کہ کمیونزم اپنی موت آپ اپنی ہی سر زمین میں دم توڑے گا۔اور آج ہمارے سامنے اسکی تصویر موجود ہے۔نیز موجودہ سرمایہ دارانہ نظام اسی راہ پر گامزن ہے۔اور اب شاخ ہاشمی برگ و بر پیدا کرنے کو ہے ڈاکٹر سر علامہ محمد اقبال نے بھی کہا تھا

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خود کشی کرے گی جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا نا پایدار ہوگا

بہر حال اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ترقی پسند تحریک نے ادب کو کافی متاثر کیا۔اور اردو ادب کے سرمایہ میں گرانقدر اضافہ کیا۔اردو غزل کو نئی بلندیاں عطاکیں ،ور نئی اصناف ادب سے بھی اردو کو روشناس کرایا،لیکن جو خسران اس تحریک کی وجہ سے ہوا وہ ناقابل تلافی ہے۔ جدید اردو غزل میں اشتراکی نظریہ کے نمائندہ شعراء میں اسرار الحق مجاز ، معین احسن جذبی،مجروح سلطانپوری ،فیض احمد فیض اور جاں نثار اختر ،علی سردار جعفری کا شمار ہوتا ہے۔

دوسری جانب علی گڑھ تحریک نے بھی اردو ادب کے فروغ میں اہم رول ادا کیا ۔ اردو ادب کی آبیاری میں جن دبستانوں نے اہم کردار ادا کیا یقیناان میں دبستان دہلی اور دبستان لکھنو کی اپنی اہمیت ہے لیکن ان دونوں دبستانوں کے علاوہ ۱۸۵۷ء کے بعد نئی تعلیمی تحریک کے پیش نظر ایک علحیدہ شناخت بنا کر شعر و ادب کو جلا بخشنے والا علاقہ علی گڑھ تھا جس کی اپنی شناخت اور انفرادیت بھی ہے اگر تحقیقی نقطہ نظر سے غور کیا جائے تو علی گڑھ میں جلا پانے والی شعر وادب کی روایت پورے آب وتاب کے ساتھ سامنے آتی ہے اور ایک علحیدہ دبستان کی حیثیت سے غور وفکر کرنے کی دعوت بھی دیتی ہے۔علی گڑھ نے بھی اپنی ایک الگ شناخت بنائی۔ فانی ،اصغر،خورشید الاسلام ،جذبی وغیرہ جیسے شعراء علی گڑھ میں مقیم تھے۔

مولانا حالی اور شبلی علی گڑھ میں قیام پذیر تھے مولانا حسرت موہانی نے حالی کی مقدمہ شعر و شاعری پر شدید ترین اعتراضات کئے اور اردو غزل کی حمایت میں اور اسکی مدافعت میں سینہ سپر ہوگئے کچھ عرصہ بعد آل احمد سرور،علی سردار جعفری ،جاں نثار اختر ،معین احسن جذبی ،قاضی عبد الستار ،رشید احمد صدیقی اوراور احتشام الدین ،مجروح سلطانپوری ،اصغرگونڈوی وغیرہ نے علی گڑھ کی علمی وادبی فضا کو باوقار بنانے میں نمایاں کردار ادا کیاجس کے سبب یہاں شعر و شاعری کا سلسلہ عروج پر تھا۔اور یہاں جو شاعری فروغ پارہی تھی اس میں دہلی اور لکھنو دونوں کی خصوصیات تھیں۔مولانا حسرت موہانی کی شاعری دونوں دبستانوں کا حسین امتزاج ملتا ہے۔ مولانا حسرت موہانی کے اشعار ملاحظہ فرمایۓ۔

وہ نگاہ یار جسے آشنائے راز کرے ایک خوبئی قسمت پہ کیوں نہ ناز کرے
بھلاتا لاکھ ہوں لیکن برابریاد آتے ہیں الٰہی ترک الفت پہ وہ کیوں کر یاد آتے ہیں
نہیں آتی تو یاد ان کی مہینوں تک نہیں آتی مگر جب یاد آتے ہیں تو اکثر یاد آتے ہیں

اسی اثناء میں عالمی و ملکی سطح پر سیاسی،سماجی اور مذہبی اعتبار سے کافی تبدیلیاں رونما ہونے لگیں تھیں،یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ سیاسی اور سماجی اعتبار سے ہنگامہ ارائی کا زمانہ بام عروج پر تھا لہٰذا اردو زبان بھی اپنے آپ کو اس ہنگامہ آرائی سے محفوظ نہ رہ سکی۔جسکی ایک طویل تاریخ ہے ،اس کا احاطہ کرنے کا یہ مضمون اجازت نہیں دیتا۔

ترقی پسند تحریک کے ساتھ ساتھ حلقہ ارباب ذوق کا رجحان بھی فروغ پاتا رہا،نیز ۱۹۶۰ ء کے آس پاس جدیدیت کی تحریک کا آغاز ہوا،ترقی پسند تحریک سے وابستہ قلمکاروں کی نعرہ بازی سے نئے ادباء و شعراء اکتا چکے تھے۔چونکہ عام انسانی زندگی کے مسائل بدل چکے تھے۔انسانی زندگی نئے مسائل سے نبرد آزما ہورہی تھی۔یہ بات بالکل عیاں ہے انسانوں کے بنائے ہوئے نظریات کھوکھلے ہوتے ہیں۔وہ زیادہ دیر تک اور دور تک نہیں چل سکتے۔اسی میں ایک نظریہ جدیدیت کا غلغلہ کا آغاز ہوتا ہے۔اب ادب میں دو گروہ پرانے قلمکاروں کی مخلافت میں

Scanned with OKEN Scanner

SHIVAJI COLLEGE HINGOLI

گے بڑھ رہے تھے۔اور ۱۹۵۵ء سے ۱۹۶۰ء تک یہ باغی گروہ کافی زور پکڑ چکا تھا۔

اردو غزل نے رجحانات میں سے جدید اردو غزل میں اشتراکی غزل اس غزل کو کہا جاتا ہے جس میں عشق و محبت کے موضوعات کم اور انسانی زندگی کے اس پاس رونما ہونے والے واقعات و حالات کا ذکر زیادہ ہوتا ہے ترقی پسندوں کے پروپگنڈے کی وجہ سے جگر جیسے امام المتغزلین نے یہ کہا تھا شاعر نہیں ہے وہ جو غزلخواں ہے اج کل

نئی غزل میں احساسات ، فکار اور اقدار میں جو تبدیلیاں ہورہی ہیں ۔ان کو نئے لفظوں میں ادا کر رہی ہے نیا شاعر الفاظ کے تخلیقی استعمال سے بخوبی واقف ہے۔اور یہ نئی غزل کا وصف خاص ہے۔

جنگلوں کی گھنی خاموشیوں میں جھکی جاتی ہیں لفظوں کی صدایں مشتاق احمد

سب کچھ بدل گیا مگر لوگ ہیں بضد مہتاب ہی میں صورت جاناں دکھائی دے شہریار

ورق ورق تجھے تحریر کرتا رہتا ہوں میں زندگی تیری تشہیر کرتا رہتا ہوں رئیس الدین رئیس

۱۹۶۰ ء کے بعد اردو غزل کو نئے فکری عوامل اور سماجی عناصر کا سامنا تھا ۔اس عہد کا شاعر صداقتوں کی تلاش میں تہایہ عمل عالمی سطح پر ہورہا تھا ہندوستان،پاکستان اور ان کے مختلف صوبہ جات میں جاری تھا۔ علیگڑھ بھی کیسے پیچھے رہ سکتا تھا ،وحید اختر ،خلیل الرحمٰن اعظمی،شہریار ،احتشام اختر ،اسعد بدایونی ،رئیس الدین رئیس وغیرہ علیگڑھ کی دین ہیں۔احتشام حسین،اسعد بدایونی ،شہریار وغیرہ کے اشعار کے چند نمونے ملاحظہ فرمایں۔

سلسلہ روشن ستاروں کا ،ادھر میرا بھی ہے
اے ستارو اس خلا میں اک سفر میرا بھی ہے
اب مجھ سے یہ ونا میرا شر مانگ رہی ہے
کمبخت مرے آگے سوالی ہی رہے گی زیب غوری
سورج کی طرح فرید مہتاب میں آیا
رات ایک عجب شخص میرے خواب میں آیا اسعد بدایونی

موجودہ دور سے ہم سب واقف ہیں،ہم کس طرح زوال پذیر معاشرہ کا حصہ ہیں ہر طرف اخلاق کا دیوالیہ منظر ہمارے سامنے ہے۔اخلاقی اقدار پامال ہورہے ہیں،اوارہ گردی ،حواس باختگی کا شکار سارا سماج ،اورسارا ملک فرقہ واریت کی آگ سے جھلس رہا ہے ،نفرت کو مٹایا نہیں بڑھایا جارہا ہے ،گویا دنیا بارود کے ڈھیر پر کھڑی ہے۔

یہ ماحول شعراء اور ادباء کے لئے بہت ہی فیصلہ کن اور چیلینچنگ ہے یہ ایک نیا مسئلہ ہے،عصر حاضر کی تلخیوں کو پوری سچائی کے ساتھ ہمارے ادباء اور شعراء کو اپنی تخلیقات میں پیش کرنا چاہئے اور یہ کام وہ کر بھی رہے ہیں مثلا خورشید احمد جامی کہتے ہیں۔

نکلے ہیں جسم اپنے مزاروں کو چھوڑ کر
اب او زندگی پہ کوئی تبصرہ کریں

دوسری طرف رئیس الدین رئیس کہتے ہیں۔

سلگتی راہ میں سورج سا تھا ہم سفر میر
اماں نہ دے سکے اشجار سایہ دار مجھے

عصر حاضر میں ذات اور کائنات دونوں کے مسائل ہیں ۔باطنی وجود اور اردگرد کے ماحول میں ہم آہنگی کا شدید مسئلہ ہے یہ چند شعر ملاحظہ فرمائیں۔

اچھلے سر معصوموں کے بھی تیروں پر شہر کا موسم کیوں اتنا سفاک ہے (رئیس الدین رئیس)

وہ تیری فکر میں بدلے کا زہر گھولتا ہے فکر میں زہر کو اکسیر کرتا رہتا ہوں (رئیس الدین رئیس)

عصری حقیقت کی بہت ہی خوبصورت تصویر یہاں ہمیں دیکھنے کو ملتی ہے۔

عذاب جاں مسلسل دیکھتا ہوں کہ میں ہر سمت مقتل دیکھتا ہوں

اخلاقی اقدار کی شکست وریخت نے نسل نو کو تہذیبی اقدار سے عاری کر دیا ہے۔اور پھر جس قسم کا رویہ ان کی جانب سے ہمرے سامنے آرہا ہے اس کے ذمہ دار ہم خود ہیں ملاحظہ فرمائیں رئیس الدین رئیس نے کیا خوب اسکی تصویر پیش کی ہے۔

ہمارے عہد کی تہذیب ہی کچھ ایسی ہے
ہمارے بچے ادب آشنا نہیں ہوئے
ماں باپ سے روٹھی ہوئی اولاد نے شاید
شاخوں سے لپٹے ہوئے پتے نہیں دیکھے

آج کی مصلحت اندیش دنیا میں ہر کوئی اپنے آپ کو محفوظ رکھنا چاہتا ہے ۔اور ہر کوئی اس کا شکار ہے۔

اردو شاعری میں غزل ہمیشہ سلطنت شعر وسخن کی تاجدار بنی رہی ،چنانچہ جس زمانے میں جدیدیت کا آغاز ہوا اس زمانے کے غزل گو شعراء کی تعداد بہت زیادہ ہے۔۱۹۶۰ء کے بعد جو شعراء جدید غزل کے پیش رو سمجھے جاتے ہیں ان میں ناصر کاظمی،احمد فراز ،شہزاد احمد ،احمد یوسف زئی ،خورشید احمد جامی ،شہریار وغیرہ کا شمار ہوتا ہے۔جدید اردو غزل کے ان پیشرو شعراء کے بعد جدید غزل کے گیسو جن شعراء نے سنوارے ان میں بشیر بدر

Scanned with OKEN Scanner

'RESEARCH JOURNEY' International Multidisciplinary E-Research Journal ISSN
Impact Factor - (SJIF) - 6.261, (CIF) - 3.452(2015), (GIF)-0.676 (2013) 2348-7143
Special Issue 74 : November-2018
UGC Approved Journal

SHIVAJI COLLEGE HINGOLI

... فکری، بشر نواز، فضیل جعفری، عتیق اللہ، سلطان اختر، وحید اختر، علیم
ید وصلی، عادل منصوری، ... انور
راشد، قمر اقبال، ریاض الدین رئیس، رئیس عوری، مدحت الاختر، ساجد الباقری، ناصر شہزاد، اسعد بدایونی، شعور، اشہر، جانفالی وغیرہ شامل ہیں۔

عام طور پر جدید شاعری کی سب سے بڑی انفرادی خصوصیت یہ سمجھی جاتی ہے کہ اس میں ابہام ضرورت سے زیادہ ہوتا ہے یعنی جدید شاعری مبہم ہوتی ہے شاعری میں ابہام نئی علامتوں کے استعمال کی وجہ سے آتا ہے۔علامتی شاعری کا دور یورپ میں انیسویں صدی کے نصف آخر سے شروع ہوا تھا۔اردو میں ابہام زدہ شاعری کا آغاز بیسویں صدی کے چھوتھے دہے میں ہوچکا تھا۔جب میراں جی اور ن۔م۔راشد اردو شاعری کے اسٹیج پر نمودار ہوچکے تھے۔ان کے ساتھ ساتھ اختر الایمان نے بھی علامتی اور مبہم شاعری شروع کردی تھی۔ادھر دکن میں ان کی تقلید قاصی سلیم کررہے تھے۔ڈاکٹر وزیر آغا نے اپنی کتاب ''اردو شاعری کا مزاج'' کے آخری حصے میں جدید شاعری پر بڑا بصیرت افروز اظہار خیال کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ابہام پسند شعراء وہ شعراء ہیں جنھیں عام قاری سمجھنے سے قاصر ہے۔وہ خود بھی ایک دوسرے کو پورے طور پر سمجھ نہیں پاتے۔اور ابہام پسند شاعری وہ شاعری ہے جس کو سمجھنے میں اس کے بڑے بڑے ہمدرد نقاد کو بھی کسی نہ کسی حد تک ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔جدیدیت کے سب سے بڑے مبلغ نقاد ٹی۔ایس۔ایلیٹ نے اس خیال کو عام کرنے کی کوشش کی کہ شعر سے لطف اندوز ہونے کے لیے اس کو سمجھنا ضروری نہیں۔

جدیدت کے ایک زبردست مغربی حامی نقاد ہربرٹ ریڈ نے تو تنبیہ کی ہے کہ کسی شاعر سے اس کی نظموں کا مطلب بتانے کی فرمائش کرنا ایک غلطی ہے۔اس تمام گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ جدیدیت کے طرفداروں کے نزدیک شعر کا بامعنی ہونا ضروری نہیں۔وہ شعر جس کا کوئی مفہوم ہوتا ہے اس شعر سے کمزور ہوتا ہے جس کا کوئی مفہوم نہیں ہوتا۔اس عجیب و غریب منطق سے انگریز طبقہ تو خیر متفق ہو سکتا ہے لیکن اردو داں طبقے نے اس کو قبول نہیں کیا،چنانچہ ابہام کی قبیح شکلیں اردو کی جدید نظموں میں ہیں،جن کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔البتہ جدید اردو غزل میں اس طرح کا ابہام اور علامتی اشعار شاذ ہی نظر آتے ہیں۔

❒❒❒

PRINCIPAL
Shivaji College
Hingoli.Dist.Hingoli.

Scanned with OKEN Scanner